تحقیق و تنقید

جناب عبدالرؤف ظفر

معراج النبیؐ پر کیے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ

۳۔ نبیؐ نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا تو منافقین اور مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا، نبیؐ نے یہ نکاح خود نہیں کیا بلکہ ہمارے حکم سے کیا ہے:

"فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا" (الاحزاب، ۳۷)

"پھر جب زید کا جی اس سے بھر گیا تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ اہل ایمان کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج مانع نہ ہو۔ جبکہ وہ ان سے جی بھر چکے ہوں (یعنی طلاق دے چکے ہوں)"

یہ آیت اس نکاح ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ اس سے پہلے نبیؐ کو جو حکم دیا گیا تھا کہ آپ زید کی مطلقہ بیوی سے نکاح کریں، قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے۔

۴۔ "وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ" (الانفال: ۷)

"اور جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو گروہوں (تجارتی قافلہ اور لشکر قریش) میں سے ایک تمہارے ہاتھ آئے گا اور تم خیال کرتے تھے کہ بے زور گروہ تمہیں ملے گا حالانکہ اللہ جانتا تھا کہ اپنے کلمات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی کمر توڑ دے!"

قرآنِ مجید میں کوئی اس وعدے کی آیت نہیں دکھا سکتا جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ "اے مسلمانو! دو گروہوں میں سے ایک تم کو ملے گا" معلوم ہوا، وہ چیز قرآن کے علاوہ کچھ اور ہے، جس کو حدیث یا "وحی غیر متلو" کہا جاتا ہے۔

۵۔ "مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ" (الحشر ۵)

"تم نے جو کھجور کے درخت کاٹ دیے ہیں یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا۔ تو یہ سب خدا کے حکم سے تھا"

جب اسلامی لشکر نے قبیلہ یہود بنو نضیر کے درخت کاٹ ڈالے، یہ کام انہوں نے جنگی تدبیر کی بناء پر کیا تھا۔ یہود نے یہ صورتِ حال دیکھ کر محمدؐ کو آواز دی اور کہا، آپ اللہ کے نبی ہیں اور اصلاح کے مدعی ہیں۔ کیا درختوں کو کاٹنا اور جلانا بھی اصلاح ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ (فتح القدیر)

اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ کو قرآنِ مجید کے علاوہ بھی احکامات دیے جاتے رہے ہیں کیونکہ یہاں جس امر کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "یہ کام انہوں نے اللہ کے حکم سے کیا ہے"، ظاہر ہے یہ قرآنِ مجید میں نہیں ہے بلکہ یہ اذن وحی کے ذریعہ سے دیا گیا ہے جسے حدیث کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وحی صرف قرآن تک محدود نہیں ہے۔

۶۔ اسی طرح جنگِ بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشادِ الٰہی ہے:

"اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ" (الانفال: ۹)

"جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اس نے تمہاری فریاد کے جواب میں فرمایا، "میں تمہاری مدد کے لیے لگاتار ایک ہزار فرشتے بھیجنے والا ہوں"

قرآن مجید میں یہ آیت کسی جگہ نہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی اس فریاد کا جواب دیا گیا ہو۔ ان آیاتِ قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ آں حضرتؐ پر قرآنِ مجید کے علاوہ بھی وحی آتی تھی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ کی راہنمائی فرماتے تھے۔

یہ تمام آیاتِ قرآنی پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ قرآنِ مجید کے علاوہ بھی وحی آں حضرتؐ

پر آتی تھی اور یہ آں حضرتؐ کے وہ اقوال، افعال اور احوال ہیں جو ہمارے پاس احادیث کی مدون مستند کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔

۸۔ آں حضرتؐ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ انسان بھی تھے "مِنْ اَنْفُسِكُمْ" "تم میں سے" "مِنْ اَنْفُسِهِمْ" "انہیں میں سے" اور "مِنْكُمْ" "ان میں سے" کے الفاظ قرآنِ مجید میں مذکور ہیں۔ ایک جگہ اس طرح ارشاد ہے:

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ" (الآیۃ۔ آل عمران: ۱۴۴)

"اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی ہیں، ان سے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں، سو اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟"

نیز فرمایا:

"وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ" (الانبیاء: ۳۴)

"ہم نے آپ سے قبل بھی کسی بشر کو ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے نہیں بنایا، سو کیا اگر آپ کی وفات ہو جائے تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟"

آں حضرتؐ نے خود ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ"

(صحیح مسلم ج ص ۲۳۲)

"میں تمہاری طرح بشر ہی ہوں، جس طرح تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں! پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد کرا دیا کرو!"

آپؐ نے صحابہؓ کو کھجوروں کی پیوند کاری سے منع فرمایا تو اس سال پھل کم ہوا صحابہؓ کے شکایت کرنے پر ارشاد فرمایا:

"اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْيَاكُمْ!" (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۴)

"اپنے دنیا کے معاملات تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو!"

چنانچہ صحابہؓ سے مشورہ کرنے کا بھی اللہ تعالیٰ نے آں حضرتؐ کو حکم فرمایا:

"وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" (آل عمران ۱۵۹)

"ان سے معاملات میں مشورہ کیجئے، پھر جب آپ عزم کر لیں تو خدا تعالیٰ پر توکل فرمائیے!"

اس میں آں حضرتؐ کی توہین نہیں۔ انسان ہونے کی حیثیت سے اگر کوئی بات خلافِ منشا ہو جاتی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی ہو جاتی۔ بلکہ اس میں آپؐ کی فضیلت کا پہلو نمایاں ہے۔

قرآنِ مجید کے نزول کے ساتھ ساتھ مزید راہنمائی جاری رہی۔ آیات ملاحظہ ہوں:

"مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ" (الشوریٰ ۵۲)

"آپؐ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے!"

"أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ" (الم نشرح ۱)

"کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟"

"وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ!" (الضحیٰ: ۷)

"اور آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتا دیا!"

"وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ!" (النساء: ۱۱۳)

اور آپ کو وہ سکھایا جس کا آپ کو علم نہیں تھا!"

ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کے علاوہ بھی آپؐ پر وحی کا نزول ہوتا تھا گویا حجیتِ حدیث کا ثبوت خود قرآنِ کریم سے نمایاں ہے!

اب آئیے ان اعتراضات کی طرف، جو واقعہ معراج کے سلسلہ میں صاحبِ مضمون نے اٹھائے ہیں:

۱۔ قرآنِ مجید عام قصوں اور کہانیوں کی کتاب نہیں کہ اس میں واقعات کو دلچسپی قائم رکھنے کے لیے تسلسل سے بیان کیا جاتا۔ بیت المقدس کے سفر کے ساتھ آسمانوں کے سفر کا ذکر نہیں ہوا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اس کا ذکر دوسری جگہ سورۃ النجم میں صاف طور پر موجود ہے۔ مناسب ہے اگر یہاں پر پورے سفر سے متعلقہ آیات کو مع مختصر شرح درج کر دیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ"

"پاک ہے وُہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی تک لے گیا، جس کے ماحول کو ہم نے برکت عطا فرمائی ہے، تاکہ اپنے بندے کو اپنی آیات دکھائیں، بے شک وُہی خدا ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے۔"

"وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" (بنی اسرائیل ۶۰)

"جو منظر ہم نے آپ کو دکھلایا وُہ صرف اس لیے کہ لوگوں کی آزمائش مقصود تھی!"

سورۃ النجم میں ہے:

"وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى - مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى - وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى - اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى - عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى - ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى - وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى - ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى - فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى - مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى - اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى - وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى - عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى - عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى - اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى - مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى - لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى" (النجم ۱ تا ۱۸)

"قسم ہے ستارے کی جب وُہ گرے، تمہارا ساتھی بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وُہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا، اس کی بات ایک پیغام ہے جو اسکو بھیجا جاتا ہے۔ اس کو سخت قوتوں والے (جبرائیل فرشتے) نے سکھایا ہے زورآور نے، پھر وُہ سیدھا ہوا اور وُہ اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وُہ نزدیک ہوا مزید نزدیک ہوا، اتنا کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا (جبرائیلؑ اور آں حضرتؐ) پھر اس نے اللہ کے بندے کو جو بتلانا تھا وُہ بتلایا۔ رسولؐ کے دل نے اس چیز کو جھٹلایا نہیں جو اس نے دیکھا۔ کیا تم آپس میں اس کے متعلق جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا۔ اس نے اس کو ایک بار اور سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا، اس کے پاس بہشت ہے جس وقت ڈھانک رکھا تھا بیری کو

جس چیز نے ڈھانک رکھا تھا۔ نہ نظر بھکی نہ حد سے بڑھی۔ بے شک پیغمبرؐ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں!"

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں بیت المقدس تک کے سفر کا ذکر ہے لیکن "لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا" کی تفسیر میں تفسیر روح المعانی جلد ۵ اصہ ۱۲ میں لکھا ہے:

"بیت اللہ اور بیت المقدس کے ارد گرد کی برکات کے علاوہ اس سے مراد آپؐ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونا بھی ہے۔"

اسی تفسیر میں ہے:

"صرف بیت المقدس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ حکمت کا تقاضا تھا تاکہ اس پر ایمان لائیں۔ پھر آسمانی سفر کا ذکر ہے۔"

تفسیر روح المعانی جلد ۵ اصہ ۱۰۵ آیت نمبر ۶۰ میں "رؤیا" سے مراد وہ عجیب چیزیں ہیں جو آں حضرتؐ نے لیلۃ الاسراء کو آسمان و زمین کی دیکھیں۔ تفسیر بیضاوی، تفسیر معالم التنزیل اور خازن میں بھی یہی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم صہ ۲۰۰ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی میں ہے:

"وَاُسْرِيَ بِهٖ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى ثُمَّ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَاِلٰى مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بِجَسَدِهٖ فِي الْيَقْظَةِ"

"آں حضرتؐ مسجدِ اقصیٰ رات کو تشریف لے گئے پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا گئے، یہ سب کچھ عالم بیداری میں جسدِ اطہر کے ساتھ واقعہ ہوا۔"

رؤیا کو اگر خواب کے معنی میں لیا جائے تو یہ لوگوں کے لیے آزمائش کا سبب نہیں بن سکتا۔ جبکہ کلام الٰہی سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ رؤیا آزمائش کا سبب تھا۔ خواب میں انسان ہر قسم کی عجیب و غریب چیزیں دیکھ سکتا ہے جس کا صاحبِ مضمون رضوانی صاحب کو بھی اعتراف ہے۔ اگر آں حضرتؐ اس رؤیا کو خواب سے تعبیر فرماتے تو لوگوں کو مذاق اڑانے اور تعجب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ واقعہ لوگوں کے لیے آزمائش اسی صورت میں بن سکتا ہے جبکہ اسے بیداری کا سفر تصور کیا جائے۔ "رؤیا" عربی زبان میں صرف خواب کے لیے نہیں آتا۔ بلکہ "رؤیا اور رؤیت" (دیکھنا) دونوں ہم معنی ہیں اور

ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں جیسے "قربی اور قربت" کے الفاظ ہم معنی ہیں۔
اکثر مفسرین "رؤیا" اور "رؤیت" میں لغوی لحاظ سے فرق نہیں سمجھتے۔ کہا جاتا ہے کہ
" رَأَیْتُ بِعَیْنِیْ رُؤْیَۃً وَّرُؤْیَا " میں نے آنکھوں سے دیکھا"
اسی آیت کی تفسیر مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس طرح مروی ہے:
" ھِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ " (بخاری ج ۲ ص ۶۸۶

ترمذی ج ۲ ص ۱۶۳)

" وہ آنکھ کا رؤیا تھا جو آں حضرتؐ کو شبِ معراج دکھایا گیا"

تفسیر فتح القدیر میں ہے:

" رؤیا سے مراد خواب نہیں، بلکہ حقیقت ہے، اگر محض خواب ہوتا تو
لوگوں کی آزمائش کی کیا صورت ہو سکتی تھی؟"

(فتح القدیر، الجامع بین معنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر ج ۳ ص ۲)

تفسیر قرطبی اور دیگر تفاسیر متداولہ میں بھی یہی معنی ہیں۔

سورۃ بنی اسرائیل کی دونوں آیتوں کی تفسیر میں علمائے سلف نے یہی لکھا ہے کہ آنحضرتؐ
مکہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں انبیاءؑ کی جماعت کرائی اور پھر آسمان کی
سیر کی۔ قدرتِ خداوندی کے مختلف مناظر دیکھے۔ آسمانی سفر کے مشاہدات کی پوری
تفصیل سورۃ النجم میں مذکور ہے۔

" وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی۔ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی "

" اس کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا"

حضرت مسروقؒ نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو حضرت عائشہؓ

نے فرمایا:

" اِنَّمَا ذَاکَ جِبْرَائِیْلُ " (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۸)

" یہ جبرائیلؑ تھے!"

آں حضورؐ نے جبرائیلؑ کو ان کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا" (ایضاً ص ۱۱۸)

" فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی !"

" دو قوسوں کے برابر یا اس کے قریب" کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

روایت ہے:

"اِنَّہٗ رَأٰی جِبْرَائِیْلَ لَہٗ سِتُّ مِائَۃِ جَنَاحٍ۔" (بخاری ج ۲ ص ۷۲)

"آں حضرتؐ نے جبرائیلؑ کو دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے۔"

حضرت عائشہؓ کی روایت میں آں حضرتؐ نے دو مرتبہ جبرائیلؑ کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا یعنی ایک مرتبہ ابتدائے نبوت میں جس کی طرف "وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی" میں اشارہ ہے اور دوسری مرتبہ معراج کے وقت، جس کا ذکر آیت ۱۳ میں ہے (ابن کثیر، ترمذی ج ۲ ص ۱۸۳)

پہلی مرتبہ دیکھنے کا ذکر حضرت جابرؓ سے ہے کہ آپؐ نے سورۂ مدثر کے نزول کے وقت جبرائیلؑ کو دیکھا:

"فَاِذَا الْمَلَکُ الَّذِیْ جَاءَنِیْ بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰی کُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔" (مسلم ج ۱ ص ۱۱۰)

"وہ فرشتہ جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔"

ان آیات اور روایاتِ مستند سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ نے اصلی شکل میں ایک مرتبہ جبرائیلؑ کو ابتدائے نبوت میں دیکھا اور دوسری مرتبہ آسمانوں پر سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا۔

"مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔"

"قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی!"

بعض اوقات آنکھ کسی چیز کو دیکھتی ہے تو دل اس کو جھٹلا دیتا ہے۔ مثلاً سورج کو صبح کے وقت قد و قامت میں مشرقی پنجاب سے چھوٹا سا دیکھتے ہیں، لیکن دل اس بات سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اس طرح پانی میں گری ہوتی چیز کو اُبھرا ہُوا دیکھتے ہیں لیکن دراصل آنکھ کا ایسا دیکھنا غلط ہوتا ہے۔ جب دیدہ و دل میں اختلاف ہو تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقتِ اصلیہ کو دیکھ رہی ہے، غلط ہوتا ہے۔ لیکن حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر جب دل و نگاہ کا یقین اور وثوق اور اعتبار مجتمع ہو جاتے تو شک نہیں رہتا کہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس بیان سے یہی مقصود ہے کہ نظارہ شکوک و شبہات سے بالاتر ہو کر

پورے یقین سے کیا۔" (رحمۃ للعالمین ج ۳ صہ ۱۳۵)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے لکھا ہے:

"فواد اور رؤیت دونوں کے اجتماع سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے چشم دل سے بھی دیکھا اور چشم جسم سے بھی۔ آنکھ نے بھی صحیح دیکھا اور دل نے بھی تصدیق کی۔ بصارت اور بصیرت دونوں اس مشاہدہ یا نظارہ پر متفق رہے۔"

"اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى!"

"کیا ان (پیغمبرؐ) سے ان چیزوں میں نزاع کرتے ہو جو ان کی دیکھی ہوئی ہیں؟"

مولانا دریا آبادی فرماتے ہیں،

"کیسے غضب کی بات ہے تم نبیؐ سے نزاع اس چیز میں کر رہے ہو جو اس کی سنی ہوئی یا خیال وگمان کی ہوئی نہیں۔ خوب اچھی طرح دیکھی بھالی، جانچی پڑتالی ہوئی اور تخیلات ومعقولات ومسموعات کے عالم سے کہیں گزر کر اس کے لیے دائرۂ مشاہدات میں آچکی ہیں!" (تفسیر ماجدی صہ ۱۰۵۲)

"مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى!"

"اس کی نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی!"

اس آیت میں آپؐ کے ذوقِ دید اور حسنِ ادب کا ذکر ہے۔

"لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى!"

"آپؐ نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے!"

ان میں جبرائیلؑ کا اپنی اصلی شکل میں نظر آنا، آسمانوں کی سیر، سدرۃ المنتہیٰ کا دیکھنا، فرشتوں کا نظر آنا، انبیاءؑ سے ملاقات اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ شامل ہے۔

ان دونوں سورتوں (بنی اسرائیل اور النجم) کی تفاسیر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ نے جسم کے ساتھ بیداری کی حالت میں مکہ سے بیت المقدس تک، اور پھر آسمانوں کا مشاہدہ کیا۔ پہلی سورہ میں مختصر اشارہ ہے مگر "النجم" میں آسمانی سفر کی پوری تفصیل آگئی ہے۔ ایسا ہونا خلافِ عقل نہیں۔ ہم واقعات کو خود بھی حالات کے مطابق تفصیل اور اختصار سے بیان کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ قرآنِ مجید سے معراج کا ثبوت پورے دلائل کے ساتھ واضح ہو چکا ہے۔ لفظ معراج کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

عقل مند کو تو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن یہاں تو ہر قسم کی تفصیل بھی پوری طرح سے بیان ہوئی ہے ؎

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

۳۔ رؤیا کے معنی مفسرین اور اہلِ لغت نے آنکھ سے دیکھنے کے کیے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس سے مراد آں حضرت ﷺ کا آنکھ سے دیکھنا مراد ہے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ "میرا ایمان ہے کہ نبی ﷺ کو معراج بیداری اور جسم کے ساتھ ہوا تھا۔" (رحمۃ للعالمین ج ۳ صـ ۱۳۷)

قریش نے اسی وجہ سے تکذیب کی تھی کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ "میں نے جا کر دیکھا ہے۔" اگر خواب کا معاملہ ہوتا تو نہ قریش تکذیب کرتے اور نہ ہی آپ ﷺ ان کو جواب دیتے: چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا:

"لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ"

(بخاری ج ۲ صـ ۶۸۴، ترمذی ج ۲ صـ ۱۶۸)

"جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حجر (بیت اللہ کا مقام جو حطیم کے پاس ہے) کے حصہ میں کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو ظاہر کر دیا۔ میں اسے دیکھ کر انہیں اس کی نشانیاں بتاتا تھا۔"

مسلم کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"أُسْرِيَ بِجَسَدِهٖ!"

"آں حضرت ﷺ رات کو جسم کے ساتھ (معراج پر) تشریف لے گئے۔"

قرآن و حدیث میں غور کرنے کے بعد آں حضرت ﷺ کے جسمانی معراج کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ سورۂ اسراء کے شروع میں لفظ "سبحان" میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

طاقت اور قدرت اس سفر مع جسدِ اطہر کو ظہور میں لانے سے قاصر نہیں ہے۔ اگر یہ محض خواب کی بات ہوتی تو اس لفظ کے استعمال کی ضرورت ہی نہ تھی!

۲۔ عبد کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آں حضرتؐ جسم کے ساتھ تشریف لے گئے کیونکہ رُوح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام "عبد" ہے اور لسان العرب میں عبد کے متعلق لکھا ہے: "اَلْاِنْسَانُ" (جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

تاج العروس میں ہے:

"اَلْاِنْسَانُ حُرًّا کَانَ اَوْ رَقِیْقًا۔" (ج ۲ ص ۴۰۹)

"انسان خواہ آزاد ہو یا غلام، اکیلے رُوح کو انسان نہیں کہتے!"

۳۔ خدا تعالیٰ نے جب خود اپنے کلام میں اس کو خواب کا واقعہ قرار نہیں دیا تو کسی اور کو اٹکل پچّو سے اسے خواب کا واقعہ قرار دینے کی کیا ضرورت ہے؟ جس سے ادب کی بجائے بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ فرمائیں کہ "ہم نے اپنے بندے کو رات کے وقت یہ سفر کرایا،" لیکن ہم کہیں، "ہم نہیں مانتے!"

۴۔ صحیح احادیث میں یہ بیان ہے کہ آپؐ براق پر سوار ہوئے۔ آپؐ نے انبیاءؑ کی بیت المقدس میں جماعت کرائی۔ آپؐ کو دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا جسے آپؐ نے نوش فرمایا۔ یہ تمام جسمانی خواص ہیں۔

۵۔ واقعۂ معراج خواب ہوتا تو کفار کو تکذیب کی ضرورت ہی نہ تھی۔ آں حضرتؐ نے بیداری میں اس کا پیش آنا بیان فرمایا تو کفار نے جھٹلایا۔

۶۔ "رؤیا" بمعنی "رؤیت" ہے جس کے معنی آنکھ سے دیکھنا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور قدماء مفسّرین نے بیان کیا ہے۔

۷۔ تفسیر قرطبی میں ہے:

"اسراء سے متعلقہ احادیث متواتر ہیں، حدیث متواتر کی ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ محدث سے آں حضرتؐ تک اس کی اتنی سندیں ہوں کہ عادتًا ان لوگوں کا عمدًا یا اتفاقًا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو!"

(جاری ہے)